ضمیمہ

خطباتِ جُمعہ

سنہ ۱۹۱۵ء

۱

خدا اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء بہت بڑا جرم ہے

فرمودہ ۱۹، نومبر ۱۹۱۵ء

نوٹ:۔ انچارج شعبہ زود نویسی کی طرف سے اس خطبہ کی اشاعت پر یہ نوٹ شائع ہوا کہ "سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک غیر مطبوعہ خطبہ جمعہ شائع کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ حضور نے ۱۹۔ نومبر ۱۹۱۵ء کو پڑھا تھا اور اسے حضرت مولوی عبید اللہ صاحب وزیر آبادی مرحوم مبلغ ماریشس نے مرتب کیا تھا۔ شعبہ زود نویسی اسے اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔"

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر فرمایا۔

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ۝ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝[1]

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ایک فروعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض گناہ اس قسم کے ہیں جو اپنے اندر ایک اہمیت تو رکھتے ہیں لیکن ان کا مرتکب جب تک انہی کے دائرہ اور حلقہ میں رہتا ہے سلب ایمان اور دل کو سیاہ کرنے کا باعث نہیں ہوتا اور اس کا ضرر اور نقصان محدود ہی رہتا ہے۔ لیکن بعض گناہ اس قسم کے ہوتے ہیں جو بظاہر بہت ہی چھوٹے اور حقیر معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا انجام اور نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے وہ انسان کے دل کو سیاہ کر دیتے ہیں حتیٰ کہ سلب ایمان کا باعث ہو جاتے ہیں۔ ایسے گناہ کو جب تک جڑ سے ہی نہ کاٹ دیا جائے اس کی اصلاح بہت دشوار ہو جاتی ہے اور پھر انسان سے اس کا نکلنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے مومن کو چاہیئے کہ ایسے گناہوں کی اصلاح ابتداء ہی سے کرے ورنہ بڑھ

---

[1] سورۃ توبہ آیت ۶۴ تا ۶۶

جائیں گے اور دل کو سیاہ کر دیں گے اور غفلت دن بدن ترقی کرتی چلی جائے گی۔ دیکھو بعض درخت اس قسم کے ہیں جن کے بیج اور گٹھلیاں تو بڑی ہوتی ہیں مگر ان کا درخت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا بیج تو بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر ان کا درخت بہت ہی بڑا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں جنہیں انسان حقیر اور ضعیف سمجھتا ہے نتیجہ میں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اسلئے ایسے گناہ کی اصلاح جس قدر جلدی ہو سکے کرنی چاہیئے اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اور اگر ایسے گناہ کی اصلاح ابتداءً ہی نہ کی جائے تو رفتہ رفتہ وہ غالب آجائے گا۔ اور اس کے غالب آنے کے بعد اس کو مغلوب کرنا مشکل ہو جائے گا۔

پس مومن کو ایسے گناہوں سے بہت ڈرنا اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے۔ اور اس کی اصلاح کے لئے ہر وقت کوشاں رہنا چاہیئے۔ ورنہ جب اس کا درخت مضبوط ہو جائے گا۔ پھر اس کا اکھیڑنا بہت دشوار ہوگا۔ ان گناہوں میں سے جو بظاہر خفیف اور ہلکے معلوم ہوتے ہیں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات کے ساتھ استہزاء اور ہنسی ٹھٹھا کیا جائے۔ بعض آدمیوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس بات کی چنداں پروا نہیں کرتے اور اس گستاخی اور بے ادبی سے انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کو بے ایمان اور رسوا کر کے تباہ کر دیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سورۃ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ[1] پر کچھ سنا رہے تھے تو فرمانے لگے کوئی استاد تھا اس نے اپنے شاگردوں کو کہا کہ فلاں جگہ قرآن مجید رکھا ہے وہاں سے اتار لاؤ۔ جب اس نے پکڑ کر اتارا تو اس قرآن پر کچھ مٹی پڑ گئی تھی وہ مٹی اس استاد پر گر گئی۔ اس وقت اس کے استاد نے آیت یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا پڑھ دی اس کا شاگرد بھی بڑا ہوشیار تھا اس نے جھٹ پڑھ دیا وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا۔ ایسے موقعہ پر استاد کا اس آیت کریمہ کو پڑھنا بالکل بے محل تھا۔ وہ وقت جبکہ انسان خدائے ذوالجلال کے پاس کھڑا تھر تھرائے گا اور اسے بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور تمام اعمال حبط نظر آئیں گے اور خوف کے مارے انسان کا دل کانپتا ہوگا۔ اور عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہ آئے گی اور جس وقت کہ تمام خوشامدیں اور راحتیں اس کی نظر میں ہیچ ہو جائیں گی اور جس وقت کہ انسان اپنی بدیوں کو دیکھ کر اندر ہی اندر پگھلتا جائے گا۔ اور شرم کے مارے آنکھ نہیں اٹھا سکے گا اس وقت تو یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا کہنا موزوں اور برمحل ہو سکتا ہے لیکن اس مٹی کے گرنے پر اس آیت کو پڑھنا قرآن کریم کی آیات کے ساتھ کس قدر استہزاء اور ہنسی ہے۔

---

[1] سورۃ النبأ

ایک چور چوری کرکے تو ایمان میں رہ سکتا ہے لیکن ایک ایسا انسان جو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء اور ہنسی سے کام لیتا ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک بہت مجرم ہے۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ استہزاء کرنے والا درحقیقت خدا تعالیٰ سے استہزاء کرتا ہے۔ گو بظاہر یہ گناہ بہت چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت بہت بڑا گناہ ہے اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے استہزاء کے متعلق بڑی تنبیہہ فرمائی ہے۔

دراصل ہدایات تو منافقوں کے متعلق ہیں لیکن ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ دل جو یقین اور نور معرفت سے معمور ہے اور پھر باوجود مومن ہونے کے قدم کافرانہ رکھتا ہے اور استہزاء کا طریق اختیار کرتا ہے درحقیقت وہ خدا تعالیٰ سے دور ہے۔

بہت سے ہیں جو خدا تعالیٰ کا نام ہنسی سے لیتے اور فضول فضول سی باتوں پر خدا تعالیٰ کی آیات کو چسپاں کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد قادیان میں تھا اور ان دنوں میاں شریف احمد صاحب کو ایک بیماری تھی اور ناک سے بہت پانی بہتا تھا۔ اس وقت اس نے آیت جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ[1] پڑھی۔ گو میں اس وقت چھوٹا تھا لیکن اس کا ایسے موقعہ پر اس آیت کو پڑھنا مجھے سخت ناگوار گذرا جس کی وجہ سے اس سے مجھے سخت نفرت ہوگئی۔ اس نے خدا تعالیٰ کی آیت سے استہزاء کیا جس کی وجہ سے دیکھو اسے خدا تعالیٰ نے کیسا ذلیل کیا۔ ایسے ایسی خفیف اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے کس قدر صداقتوں کا انکار کرنا پڑا۔ میں دیکھتا ہوں ہمارے بعض دوست اب بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ ان کو چاہیئے اس سے پرہیز کریں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بدی کی مذمت کرتے رہتے اور اس کے چھوڑنے کے لئے بہت زور سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ میں نے اب بھی دیکھا ہے کہ بعض دوست باوجود حق کو سمجھنے کے محض روانیٔ زبان اور مشق کے لئے ایسے اہم مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں جن کے وہ اہل نہیں اور پھر باوجود دلائل جاننے کے دوسروں سے دلائل مانگتے اور ان پر عجیب عجیب جرحیں کرتے ہیں۔ مثلاً بعض تو خدا تعالیٰ کی ہستی پر گفتگو کرتے ہیں ایک خدا کی ہستی کا منکر بن جاتا ہے اور وہ اپنے انکار کے دلائل دینے شروع کرتا ہے اور بڑے زور سے یہ ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نہیں ہے ادھر سے دوسرا اس کے دلائل کو توڑتا اور اپنی تائید میں بڑے بڑے دلائل دیتا اور آیات قرآنی پیش کرتا ہے پھر ایک رسالت کا انکار کرتا ہے دوسرا اس کا اثبات کرتا ہے پھر اگر کوئی شخص لغو سا سوال بھی پیش کرتا ہے تو دوسرا اس کا جواب دینے کے درپے ہوتا ہے۔ گویا ایسے اہم مسائل میں پڑ کر

---

[1] (سورۃ البقرۃ آیت ۲۶)

وہ اللہ تعالیٰ اور اس آیات اور رسولوں کے انکار کے بڑے بڑے دلائل دیں گے اور استہزاء کریں گے لیکن استہزاء کے طور پر کبھی کسی نے یہ نہیں کیا کہ اس بات کو بدلائل ثابت کردکہ تم حرام زادے ہو یا تمہاری بہن بدکار اور حرام کار تھی یا تمہاری ماں ایسی تھی یا تمہارا فلاں رشتہ دار ایسا بدکار ہے۔ جب تم اپنے متعلق استہزاء کے طور پر اس قسم کے مباحثات اور مناظرات کو روانیٔ زبان اور مشق کے لئے نہیں کرتے تو کیا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات ہی تمہاری مشق اور استہزاء کے لئے رہ گئے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے پسند کرتا ہے کہ اپنے آقارب کے متعلق ایسی لغو اور بیہودہ باتوں کو بدلائل ثابت کرے؟؟ جب تم اپنے نفسوں کے لئے استہزاء کے طور پر یہ پسند نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا کرو بھی تو ایک منٹ میں تم خون خون ہو جاؤ تو پھر بتلاؤ کیا خدا اور اس کے رسولؐ اور آیات اور قرآن کریم اور مسیح موعود کے دعاوی کا انکار اور اثبات ہی تمہاری استہزاء کے لئے رہ گئے ہیں۔ ایسے عظیم الشان مسائل میں جو لوگ اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتے ہیں اور اس کے متعلق مباحثات اور باتیں کرتے ہیں وہ کبھی نورِ معرفت اور روحانیت کو نہیں پاسکتے روحانیت کی ترقی اس سے قطعاً رک جاتی ہے۔ دیکھو جب سے مسلمانوں نے یہ رنگ اختیار کیا ہے ان کی ترقی بالکل مسدود ہوگئی ان کا ہمیشہ یہی دستور رہا اور اب بھی یہی ہے کہ جہاں کسی نے بات کی اس پر اعتراض شروع کردیئے اور جہاں کسی نے خدا تعالیٰ کی ہستی یا رسالت یا کسی اور مسئلہ پر تقریر کی اعتراض اور جرح شروع کردی اور اگر ان کو کہا جائے کہ تم خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل دو یا قرآن کی صداقت کے دلائل بتلاؤ تو جواب کے وقت مبہوت ہو جائیں گے۔ اعتراض تو ہزاروں کردیں گے مگر جواب نہ دے سکیں گے۔ میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کے پاس پڑھا کرتا تھا تو پہلے پہل مجھے بھی اعتراض کرنے کا بڑا شوق رہتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک دو بار جب اعتراض کئے تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہٗ نے مجھے اعتراض کرنے سے روک دیا۔ پھر جب میں نے مثنوی[1] پڑھی تو بعض وقت مجھے بہت ہی مشکلات پیش آتیں مگر میں اعتراض نہ کیا کرتا پھر خدا تعالیٰ مجھے خود ہی سمجھا دیا کرتا تھا۔ انسان جب خدا تعالیٰ کے لئے کوئی کام کرتا ہے کہ تو خدا تعالیٰ خود اس کی تائید فرما دیتا ہے اس کی کیا وجہ تھی کہ حضرت مولوی صاحبؓ[2] مجھے روک دیا کرتے تھے۔ وجہ یہی ہے کہ انسان جب اعتراض کرتا ہے تو اپنی بات کو منوانے کے لئے خواہ مخواہ اِدھر اُدھر سے دلائل دینے شروع کر دیتا ہے خواہ ناحق پر ہی ہو۔ پھر اس سے انسان

---

[1] اس سے مراد مثنوی مولانا روم ہے۔ [2] خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ۱۸۴۱ء۔ ۱۹۱۴ء۔ ۱۸۸۹ء بیعت خلافت ۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۴ء

ہمیشہ اپنی بات منوانی چاہتا ہے۔ ایسے جب کفار سے پوچھا جاتا کہ تم ایسی باتیں کیوں کرتے تو کہہ دیتے کنا نخوض و نلعب نہیں جی ہم تو یونہی مشق کے طور پر ذرا باتیں کر رہے تھے تو خدا تعالیٰ نے اس پر ان کو سخت ڈانٹ دی اور کہا قل أبالله وآيته ورسوله كنتم تستهزءون کیا خدا اور اس کی آیات اور اس کا رسولؐ ہی استہزاء اور ہنسی کے لئے رہ گئے ہیں تم اپنے والدین، دوستوں، پیاروں سے کیوں تمسخر اور استہزاء نہیں کرتے؟ صرف اس لئے کہ وہ قابل عزت اور کسی قدر ظاہری دباؤ رکھتے ہیں۔ کیا کوئی شخص ڈپٹی کمشنر یا گورنر یا کسی بڑے آفیسر کے سامنے استہزاء کرتا ہے کیوں نہیں صرف اسی لئے کہ اس کا ظاہری ادب ملحوظ رکھنا پڑتا ہے یا ان کا ڈر ہوتا ہے جب ان کے سامنے کسی کی مجال نہیں تو پھر وہ خدا جو تمہارا مالک ہے اس سے اور اس کی آیات اور اس کے رسولؐ سے تمسخر کرتے ہو اور اس سے نہیں ڈرتے۔

"لا تعتذروا" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی فعل کا نتیجہ ہے اور اسی وجہ سے ان لوگوں کے متعلق ایسا خطرناک فتوےٰ دیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ فتوےٰ انتہائی درجہ کا ہے۔ اور یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ لوگ ابتداء" اس کی جڑھ کو نہیں کاٹتے جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کو چھوڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو ہنسی اور استہزاء کی عادت ہو جاتی ہے ان کی روحانی ترقی نہیں ہو سکتی۔ خشیت اللہ بالکل جاتی رہتی ہے استہزاء کرنے والا شخص خواہ کیسی ہی مضبوط چٹان پر کیوں نہ ہو۔ وہ پھسل جاتا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے کچھ مبلغ کسی جگہ گئے تو وہاں پر بطور مشق احمد بیگ والی پیشگوئی کے متعلق مباحثہ کرنے لگے۔ ایک کہنے لگا کہ حضرت صاحب اس آیت کے مصداق تھے دوسرا کہنے لگا نہیں آپ تو اس کے مصداق نہیں تھے وہ جن کی اصلاح کے لئے گئے تھے ان میں سے دو شخصوں نے خیال کیا یہ تو یونہی بات بنی ہوئی ہے اس میں تو کچھ حقیقت نہیں آخر وہ دونوں مرتد ہو گئے اور انہیں اس سے ابتلاء آ گیا۔ اب جن کی وجہ سے ان کو ابتلا آیا یہ گناہ ان کے سر پڑے گا کہ ان کی وجہ سے وہ پھر گئے اور پھر جو ان کو دیکھ کر مرتد ہوں گے ان کی سزا بھی ان کو ملے گی۔ قادیان میں ایک دفعہ وفات مسیح اور حیات مسیح پر مشق کے طور پر مباحثہ ہوا اس پر ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ مجھے تو اس مسئلہ میں شبہ پڑ گیا ہے اسی وجہ سے میں ڈبیٹ مباحثہ کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ اس میں بھی یہی طریق ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ، بھی اس طریق کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔ کیا کوئی شخص اس بات پر بھی ڈبیٹ کرتا دیکھا ہے کہ ایک کہے کہ جارج پنجم بادشاہ ہے

اور دوسرا کسے نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ ڈرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اس جرم کی سزا تو اخباروں میں شائع کی جاتی ہے اور لوگوں کو یقین ہوتا ہے کہ اگر ہم نے ایسا کام کیا تو ضرور گورنمنٹ پکڑے گی اور سزا دے گی۔ جب ایسی استہزاء کی باتوں پر گورنمنٹ نہیں چھوڑتی تو وہ خدا جس کی سلطنت نہایت زبردست ہے اور جس کی پولیس مخفی در مخفی ہے۔ وہ کیونکر ایسے مجرم کو چھوڑ سکتا ہے۔ ایک مبائع تو میرے سامنے بیٹھ کر یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ خلافت کے متعلق یہ بحث شروع کر دے کہ میں خلیفہ ہوں یا نہیں یا خلافت کی ضرورت ہے یا نہیں کیوں وہ میرے سامنے ایسی بات نہیں کرتا صرف اس لئے کہ مجھے وہ اپنا امام سمجھتا ہے میرا ادب کرتا ہے تو وہ خدا جس کی حکومت وسیع ہے اس کے سامنے کیوں ایسے استہزاء اور تمسخر کے کلمات بولتے ہو۔ کیا تم اس خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا خدا کا ڈر معمولی آفیسر کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا؟ میں دیکھتا ہوں کہ اس معاملہ میں ابھی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ اور ہمارے دوستوں کو اس طرف بہت توجہ کرنی چاہیئے کیا بحث و مباحثہ اور استہزاء کرنے کے لئے دوسری قومیں تھوڑی ہیں جو تم اس پر اپنے اوقات صرف کرتے ہو؟ بحث و مباحثہ سے بہت کم ہدایت اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ مولویانہ طریق ہے یہ ایمان کو جڑھ سے اکھیڑ دیتا ہے۔ کیا خدا تعالےٰ کی ہستی انبیاء کی نبوت۔ مسیح موعود کی صداقت اور قرآن کریم کے انکار کرنے والے پہلے دنیا میں تھوڑے ہیں؟ انکار کرنے والی تو ساری دنیا ہے مگر اقرار کرنے والے تھوڑے ہیں۔ زیادہ لوگوں میں قدر نہیں ہوتی بلکہ تھوڑے لوگوں میں قدر ہوتی ہے جاہل تو دنیا میں کروڑ ہا ہوں گے مگر ایم اے اور بی اے دنیا میں تھوڑے ہیں۔ پھر دیکھو کن کی قدر ہوتی ہے۔ ایسے ہی حقیقی اسلام یعنی (احمدیت) کے نام لیوا تو تھوڑے بلکہ بہت ہی قلیل ہیں لیکن اس کے منکر ساری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ پس تم کو چاہیئے کہ اپنی طبیعتوں میں وہ رنگ پیدا کرو جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا۔ وہ کبھی اس قسم کے مباحثات میں نہ پڑتے بلکہ جب کبھی اکٹھے ہوتے تو جو جو نکات معرفت یا کسی آیت کے عجیب معنے سوجھتے وہ ایک دوسرے کو سنایا کرتے وہ کبھی خدا کی ہستی اور انبیاء کی نبوت کا انکار کر کے اس قسم کی لغو باتوں میں نہ پڑتے۔ تم کو بھی چاہیئے کہ جب مسجد میں آؤ بجائے اس کے کہ تم ایسی باتوں میں پڑو اور امام کے آنے تک مباحثات میں لگے رہو۔ یہ باتیں کرو کہ مجھے آج قرآن میں تدبر کرتے کرتے یہ نکتہ سوجھا ہے اور فلاں آیت کے یہ نئے معنے سمجھ آئے ہیں اس سے تمہاری روحانی ترقی بھی ہو گی نور ایمان

بھی دن بدن بڑھے گا اور تم اپنے اندر ایک بیّن تبدیلی پاؤ گے۔ جنگ تبوک میں بھی بعض منافقوں نے مسلمانوں کو یہ کہنا شروع کیا کہ تم بڑے بزدل اور ڈرپوک ہو بڑے کمزور ہو جب حضرت نبی کریمؐ کے پاس یہ معاملہ پہنچا اور آپ نے پوچھا تو جواب میں کہا گیا کہ حضور ہم تو اس لئے کہتے کہ سفر جلدی کٹ جائے گا اور ہم باتوں ہی باتوں میں منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے تو خدا تعالیٰ نے اس پر بڑی ڈانٹ دی اور کہا قل أبالله وآیته ورسوله کنتم تستھزءون کیا خدا اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء کرتے ہو کیا وہی استہزاء کے لئے رہ گئے ہیں۔ یہ مرض تلوار کی دھار سے بڑھ کر تیز ہے۔ تم کو اس سے بچنا چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی ہنسی کرتا ہوں مگر میری ہنسی میں جھوٹ نہیں ہوتا۔ تم بے شک مذاق کرو مگر اس حد تک کہ اس میں جھوٹ نہ ہو اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات سے بھی استہزاء اور ہنسی نہ ہو۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو اس مرض سے محفوظ رکھے اور شیطان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین) (الفضل ۲۸ جولائی ۶۵)

۲

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بڑی بڑی حکمتیں مخفی ہیں

فرمودہ ۱۷؍ دسمبر ۱۹۱۵ء

نوٹ:۔ انچارج شعبہ زود نویسی کی طرف سے اس خطبہ کی اشاعت پہ یہ نوٹ شائع ہوا کہ "سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک ایمان افروز غیر مطبوعہ خطبہ جمعہ پیش کیا جاتا ہے جسے شعبہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے یہ خطبہ محترم حافظ عبید اللہ صاحب شہید ماریشس کا مرتب کردہ ہے۔"

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ز اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔[1]

اور پھر فرمایا کوئی عقل مند انسان کبھی یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ ایسا کام کرے جس کی کوئی غرض اور مدعا نہ ہو۔ اور نہ وہ یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی ایسا فعل جس کی کوئی غرض و غایت نہ ہو اس کی طرف منسوب کیا جائے۔ انسان جس قدر عقل میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی قدر ہر فعل میں زیادہ غور و فکر کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی ایک غرض مدنظر رکھ کر اپنی منشاء اور ارادے سے غور کرتا ہے خواہ تعلیم کو حاصل کرے خواہ ملازمت یا کوئی اور پیشہ کرے۔ خواہ دوست بنائے خواہ دشمن۔ شادی کرے یا کوئی اور کام۔ ایسا انسان جس کے دل میں کوئی غرض نہ ہو اور اس کا ہر ایک کام بلا غرض ہو اسے پاگل کہا کرتے ہیں۔ وہ شخص جو دن اور رات بلا غرض دندناتا پھرتا رہے اسے سب پاگل کہتے ہیں۔

---

[1] سورۃ ص آیت ۲۸ تا ۳۰۔

مگر چوکیدار جو کہ تنخواہ بھی لیتا اور لوگوں کی حفاظت کے لئے پھرتا بھی ہے اسے کوئی پاگل نہیں کہتا۔ پھرنے میں تو دونوں برابر ہیں۔ مگر چوکیدار ملازم ہو کر تنخواہ کے لئے پھرتا ہے اس کا نام تو دیانتدار رکھا جاتا ہے مگر بلا غرض و مدعا پھرنے والا مجنون سمجھا جاتا ہے اور اسی کام کے کرنے سے وہ پاگل کہلاتا ہے۔ ایک کاپی نویس جو اپنے کام کی اجرت لے کر دن بھر لکھتا رہتا ہے۔ اور ایک مزدور جو صبح سے شام تک مزدوری لے کر ادھر سے اُدھر مٹی اٹھا کر پھینکتا رہتا ہے اسے پاگل نہیں کہتے مگر وہ جو بلا مزدوری لئے مٹی کو ادھر سے ادھر اٹھا اٹھا کر پھینکتا ہے اسے سب پاگل کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مزدور کے کام کرنے میں ایک فائدہ اور غرض مدنظر ہے۔ مگر اس کے بالمقابل پاگل شخص کے کام کرنے میں کوئی فائدہ اور غرض نہیں۔ ایک محرر کو اس کی تحریر کی وجہ سے محنتی اور ہوشیار کہیں گے۔ مگر سارا دن بلا غرض و بلا فائدہ لکھنے والے کو سب پاگل ہی کہیں گے۔ ایسے ہی بلا وجہ زیادہ باتیں کرنے والے کو بھی پاگل ہی کہتے ہیں۔ مگر وہ لیکچرار جو صبح سے شام تک ایک پُر مطالب اور پُر مقاصد اور پُر مغز لیکچر دیتا ہے اسے کوئی پاگل نہیں کہتا۔ میں نے ایک جگہ پڑھا ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ میں بعض لوگ ۲۴ گھنٹے تک تقریر کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان دونوں تقریر کرنے والوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک شخص کی پُر مقاصد تقریر تو سب بڑے اخباروں میں شائع کی جاتی ہے اور اس سے ہزاروں فائدے مرتب ہوتے ہیں مگر بلا فائدہ اور بلا غرض سارا دن تقریر کرنے والے کو پاگل ہی کہا جاتا ہے غرض اگر کوئی کسی مدعا اور مقصد کو مدنظر رکھ کر کسی دینی یا دنیاوی خدمت کو سرانجام دے گا تو اسی کو خادم اور محنت کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ اور اس کے مقابل اگر کوئی شخص بغیر کسی غرض کے کوئی کام کرتا ہے تو وہ پاگل کہلاتا ہے۔ جب ایک فہیم انسان کسی ایسے کام کو جو بلا غرض ہے نہ خود کرتا ہے اور نہ اس کی طرف منسوب کئے جانے کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ خدا جو حکیم اور خبیر ہے۔ اس نے یہ سورج چاند ستارے بلا کسی غرض اور مدعا کے پیدا کر دیئے ہیں؟ یہ چیزیں اس نے کیوں پیدا کیں۔ انسان کو آنکھ۔ کان۔ زبان۔ دل اور دماغ کیوں دیئے؟ یہ قوتیں کیوں دیں؟ لوگ اسے سمجھتے نہیں بلکہ اس طرف توجہ بھی نہیں کرتے پس وہ اپنا کام یہی سمجھتے ہیں کہ دنیا میں آئے کھایا پیا اور چل دیئے۔ اپنے افعال پر تو غور کرتے ہیں مگر خدا کے افعال پر غور و تدبیر بلکہ توجہ بھی نہیں کرتے۔ جب تم خود ایسا لغو کام اپنی ذات کے لئے پسند نہیں کرتے تو خدا کی ذات کے لئے کیوں ایسی بات پسند کرتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں جو میں نے تلاوت کی ہے خدا تعالےٰ نے اس امر کی طرف اشارہ

فرمایا ہے کہ کیا ہم نے زمین و آسمان یونہی پیدا کر دیئے تھے اور ان کی غرض و غایت نہ تھی۔ نہیں بلکہ اس کے ہر کام میں بڑی بڑی حکمتیں مخفی ہیں جنہیں ہر ایک نہیں سمجھ سکتا اور اس کی حکمت کو نہ سمجھنے سے ہی دنیا میں بہت سے مذاہب قائم ہوئے ہیں جو خدا کے دین سے بہت دُور جا پڑتے ہیں۔ اور یہ کفار کا گمان ہے۔ کیونکہ وہ بھی ان کاموں کو یونہی لغو سمجھتے ہیں وہ ان پر غور نہیں کرتے فرمایا کہ اگر وہ غور نہیں کریں گے تو ہم ان کو ہلاک اور تباہ کر دیں گے اور ان کا نام دنیا سے مٹا دیں گے۔ پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ہمارا اور ان کا عقیدہ برابر ہے۔ وہ لوگ تو بڑی سزا کے مستحق ہیں۔ کیا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ خدا کے احکام کو ماننے والے اور نہ ماننے والے برابر ہوں؟ اگر یہ دونوں مساوی ہی ہوتے تو پھر ان سب اشیاء کا پیدا کرنا بالکل لغو اور فضول ٹھہرتا۔ یہ کبھی ممکن ہی نہیں کہ ایک مومن اور کافر دونوں برابر ہو سکیں۔ ایک تو خدا سے تعلق رکھنے والے ہیں اور ایک اس سے تعلق کو کاٹنے والے ہیں۔ پس جو لوگ اس غرض و غایت کو نہیں سمجھتے اور امتیاز نہیں کر سکتے وہی تو کافر ہیں لیکن بعض کافر اس بات کے مدعی تو ہیں کہ ہم خدا تعالےٰ کے کاموں پر غور و تدبّر کرتے ہیں مگر درحقیقت وہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم غور اور تدبّر نہیں کرتے۔ پس جب انہوں نے اپنے اعمال سے اس بات کا ثبوت دے دیا تو گویا انہوں نے خدا کی ان پیدا کردہ اشیاء کو ایک فضول اور لغو کام خیال کیا۔ مسلمانوں میں بھی اس قسم کے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے اور ہر ایک چیز کی کوئی غرض اور فائدہ ہے مگر جب جھوٹ بولتے۔ زنا کرتے شراب پیتے اور قتل کرتے ہیں تو وہ اپنے اعمال اور افعال سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ خدا کا ہر کام لغو اور فضول ہے۔

ایسے ہی احمدیوں میں بعض ایسے لوگ ہیں جو صداقتوں کے مدعی تو ہیں۔ اپنے آپ کو ایک امام کا متبع سمجھتے ہیں مگر انہیں جھوٹ بولنے اور افتراء باندھنے میں ذرا دریغ نہیں ہوتا اور نہ وہ خدا کا خوف کرتے ہیں۔ چنانچہ ابھی چند دنوں کا ذکر ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے یہ لکھ دیا کہ فلاں شخص نے مباہلہ کے لئے کہا تھا اور چیلنج دیا تھا مگر تم نے قبول نہیں کیا۔ حالانکہ نہ کسی نے ہمیں کوئی چیلنج دیا اور نہ کسی نے مباہلہ کے لئے کہا اور جن کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے مباہلہ کے لئے چیلنج دیا۔ ان کے خطوط ہمارے پاس آ گئے ہیں کہ ہم نے کوئی مباہلہ کا چیلنج نہیں دیا پھر عبدالحی کی وفات پر ایسے ایسے جھوٹ لکھے ہیں کہ حیرت اور تعجب ہوتا ہے ان لوگوں کو خدا تعالےٰ پر ایمان اور یقین بھی ہے یا نہیں۔ ذرا

بھی خدا تعالےٰ سے خوف نہیں کرتے۔ کیا غیوّر خدا ان کے سر پر نہیں ہے؟ اور ضرور ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا کی غیرت اپنا نمونہ دکھائے گی اور انہیں ان کے جھوٹوں اور بہتانوں کی سزا چکھائے گی۔ پھر ہر دوست اور دشمن دیکھ لے گا کہ خدا کا ہاتھ کن کے ساتھ ہے۔ یہ لوگ اپنی غرض کو پورا کرنے کے لئے ایسے ایسے جھوٹ بولتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ قادیان میں بھی بعض منافق طبع لوگ ہیں جو بظاہر بڑا اخلاص اور محبت ظاہر کرتے ہیں مگر ان کے تعلقات اور خط و کتابت ان لوگوں سے اب تک جاری ہے وہ بھی اپنے آپ کو احمدی ہی کہتے ہیں ایسے لوگ خدا تعالےٰ کے کاموں کو لغو اور فضول سمجھتے ہیں اس لئے وہ خدا تعالےٰ سے کسی فائدہ کی امید نہ رکھیں۔

خدا تعالےٰ نے مجھے بعض منافقوں کی شکلیں اندھیرے میں دکھائی ہیں۔ وہ منافق طبع لوگ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اگر ہم حق پر ہیں اور یقیناً حق پر ہیں تو خود کیا اگر ان کے ساتھ بادشاہ بھی مل جائیں اور ہمارا کچھ بگاڑنا چاہیں تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بھلا منافق ڈرپوک ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟؟ درحقیقت ایسے لوگ اپنی تباہی کے لئے خود ہی سامان مہیا کر رہے ہیں! اور وہ خود اپنے آپ کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اور اس کے مقابل خدا تعالےٰ کے ملائکہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ ان کو منافق بننے کی کیا ضرورت ہے اب وہ کس سے ڈرتے ہیں وہ اپنی دنیا کے لئے دین کو کیوں تباہ کر رہے ہیں کیا ان کو قادیان سے باہر دنیاوی مفاد نہیں مل سکتے جبکہ گورنمنٹ نے اس قدر آزادی دے رکھی ہے ہر جگہ امن و آرام کے ساتھ وہ ملازمت کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو باہر ہر طرح کی ملازمت مل سکتی ہے پھر وہ تھوڑے سے فائدہ کے لئے اپنے ایمان کو کیوں ضائع کرتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق سے یہ لوگ منافقت میں بڑھ کر ہیں کیونکہ وہ تو اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر میں نے مسلمانوں کے خلاف کچھ کیا تو مجھ پر تلوار چل جائے گی مگر اب ان منافقوں پر کون سی تلوار ہے جو ان کو ایسے کاموں پر مجبور کر رہی ہے۔ پس ایسے لوگ دین کو بھی ضائع کرتے ہیں اور دنیا کو بھی ایسے لوگ درحقیقت خدا کے کاموں کے کاموں کو لغو سمجھتے ہیں ہم انسان ہیں ہم سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔ مگر ہماری غلطیوں کو چھپانے کے لئے خدا تعالےٰ ہم پر ایسے الزام لگاتا ہے جن کو ہم نے کیا نہیں۔ پس ہم اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ ہماری غلطیوں کے بدلے میں ہمارا دشمن ہمیں وہ الزام دیتا ہے جن کے ہم مرتکب نہیں۔ لیکن وہ شخص جو بلا وجہ اور بغیر دیکھے غلطی کے

اور ہی اعتراض کرتا اور الزام دیتا ہے خدا تعالیٰ اسے ضرور پکڑے گا کیونکہ وہ ہمیں ایسا الزام دیتا ہے جس کے ہم مرتکب نہیں۔

پس یہ لوگ ایسے الزام دے کر اور بُرے اعتراض کر کے درحقیقت اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ وہ شخص جو چوری نہیں کرتا اور کسی ایسے فعل کی وجہ سے جیل خانہ میں بھیج دیا جاتا ہے جو اس نے کیا نہیں اور اس کے دوست بھی جانتے ہیں کہ اس نے یہ جُرم تو نہیں کیا وہ اس پر بدظنی نہیں کرتے ایسا شخص جیل خانہ میں جانے سے خوش ہوتا ہے کہ جس جرم کی وجہ سے میں جیل خانہ میں آیا ہوں وہ میں نے نہیں کیا اور درپردہ جس غلطی کی سزا اسے مل رہی ہے وہ دشمن پر مخفی کر دی گئی ہے اور ایسے فعل کو اس کی طرف منسوب کر دیا ہے جو اس نے کیا نہیں مگر اس پر الزام دینے والا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا مجرم ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا ایسے مفسد اور مصلح کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ ایسا ہونا ناممکن ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے افنجعل المتقین کالفجار کیا ہم متقیوں اور فاجروں کو برابر کر دیں گے؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دونوں برابر ہوں۔ ایسے لوگ کبھی خدا تعالیٰ کی پکڑ سے چھوٹ نہیں سکتے وہ ضرور ایسے لوگوں کو سزا دے گا۔ خدا تعالیٰ دونوں فریقوں کے ساتھ ایک ہی قسم کا معاملہ نہیں کرتا فریق مخالف تو اپنی تباہی کے بواعث خود ہی پیدا کر رہا ہے۔ ہر ایک وہ چیز جس کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کے راستے سے دور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچاوے۔ آمین۔ (الفضل ۸ اراگست ۱۹۶۵ء)